تنزیل و تاویل

سورۂ فاتحہ

(از جناب مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی)

اس سورہ کو فاتحۃ الکتاب اور فاتحۃ القرآن بھی کہتے ہیں، اس لیے کہ کتاب الٰہی کا آغاز اسی سورہ سے ہوتا ہے۔ اس کا ایک نام ام الکتاب بھی ہے یعنی تمام کتاب الٰہی کا خلاصہ اور اجمال۔

جن باتوں کی طرف بسم اللہ الرحمٰن الرحیم میں اشارات کیے گئے ہیں ان کو کسی قدر تفصیل کے ساتھ سورۂ فاتحہ میں بیان کیا گیا ہے۔ چنانچہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ میں صفات الٰہیہ کو بیان فرمایا اور مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ سے احوال آخرت کی طرف اشارہ فرمایا۔ اور اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ سے مباحث نبوت و رسالت، ایمان و کفر، سعادت و شقاوت، ہدایت و ضلالت کے فرق کی طرف اشارہ فرمایا۔

تمام قرآن انہی مضامین کی تفصیل ہے جو سورۂ فاتحہ میں اجمالاً ذکر فرمائے گئے ہیں۔ اسی وجہ سے اس سورت کا نام ام الکتاب ہے۔ اور چونکہ کتاب الٰہی کی ہر سورۃ انہی مضامین ثلاثہ کی تفصیل ہے جو اجمالاً بسم اللہ الرحمٰن الرحیم میں درج ہیں، اس لیے ہر سورۃ کی ابتداء میں بسم اللہ کا لکھنا اور پڑھنا مسنون ہوا ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

حقیقی ستایش اللہ ہی کے لیے مخصوص ہے جو تمام جہانوں کا پروردگار کرنے والا ہے

(۱) جو فعل علم، اختیار، قدرت اور ارادہ سے صادر ہو اسکی واقعی خوبی بیان کرنے کو "حمد" کہتے ہیں۔ مدح میں نہ فعل کا اختیاری ہونا ضروری ہے اور نہ اس خوبی کا واقعی ہونا لازمی۔ اس وجہ سے مدح کسی وقت ممنوع بھی ہوجاتی ہے، جیسا کہ حدیث شریف میں ہے :۔

احثوا التراب فی وجوہ المداحین — مدح کرنے والوں کے منہ پر خاک ڈال دو

مگر حمد سے کسی وقت منع نہیں کیا جا سکتا اس لیے کہ اس میں واقعی خوبی کا اظہار ہوتا ہے۔

بعض علماء نے تعریف حمد سے قید اختیار کو حذف کر دیا ہے اس لیے کہ اس قید کے ہوتے ہوئے حق تعالیٰ شانہ کی صفات ذاتیہ کی ثنا کو حمد کہنا دشوار ہوگا کیونکہ صفات ذاتیہ مثل علم و قدرت حق تعالیٰ شانہ کے افعال اختیاری نہیں ہیں۔ لیکن یہ تاویل ہوسکتی ہے کہ یہ صفات اگرچہ غیر اختیاری ہیں مگر ان کے ثمرات ضرور اختیاری ہیں۔

حمد اور مدح میں ایک فرق یہ بھی ہے کہ حمد انہیں صفات کمال پر ہوسکتی ہے، جن کا صفات کمال ہونا قطعی اور یقینی ہو اور ان میں کسی قسم کے نقص کا شائبہ بھی نہ ہو۔ بخلاف مدح کے کہ اس میں نہ یہ ضروری ہے کہ وہ صفت قطعاً اور یقیناً صفت کمال ہو، ظناً بھی صفتِ کمال ہو تو مدح کے لیے کافی ہے اور نہ یہ ضروری ہے کہ وہ صفت کمال شائبہ نقص سے پاک ہو، بلکہ اگر اسمیں کچھ نقص بھی ہو تب بھی مدح ہوسکتی ہے۔

نیز حمد میں یہ ضروری ہے کہ محاسن و کمالات کا ذکر محبت اور اجلال کے ساتھ ہو اور مدح میں یہ ضروری نہیں۔ مطلقاً محاسن اور کمالات کے بیان کرنے کو خواہ وہ محبت اور اجلال سے ہو یا نہ ہو مدح کہتے ہیں یہی وجہ ہے کہ لفظ حمد سے جو تعظیم و تفخیم مترشح ہوتی ہے وہ لفظ مدح سے نہیں ہوتی اس لیے حمد کا اکثر اطلاق اُس معنی حمیدہی پر ہوتا ہے۔

حمد کے بعد سب سے پہلے اسم ذات کو ذکر فرمایا اور اُس کے بعد اسماء صفات و افعال کو تاکہ ذاتاً اور صفۃً ہر طرح سے اس کا مستحق حمد و ثنا ہونا معلوم ہوجائے۔

(۲) ربوبیت بمعنی پرورش کرنا اور کسی شئ کو بتدریج حد کمال تک پہنچانا۔ اگرچہ والدین سے بھی یہ فعل ظہور میں آتا ہے۔ کما قال تعالیٰ

قُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيرًا ۔ کہہ کہ پروردگار! ماں اور باپ پر رحم کر جس طرح ان دونوں نے مجھ کو بچپن میں پرورش کیا۔

مگر والدین کی ربوبیت نور آفتاب کی طرح اصلی اور ذاتی اور خانہ زاد نہیں بلکہ نور زمین کی طرح مستعار اور عطائے غیر ہے۔ جس طرح نور زمین آفتاب کا فیض اور عطیہ ہے، اسی طرح والدین کی تربیت بھی عطیہ الٰہی ہے نیز حقیقی تربیت جب ہوسکتی ہے کہ کسی شئ کو نیست سے ہست کیا جائے، پھر اس کے تمام اسباب تربیت کو پیدا کیا جائے اور پیدا کرنے کے بعد انتفاع کے تمام موانع دور کر دئے جائیں۔ تب تربیت مکمل ہوسکتی ہے۔ والدین اولاد کی تربیت کرتے ہیں مگر نہ اولاد انکی مخلوق ہے۔ اور نہ وہ سامان تربیت کے خالق ہیں بلکہ سب کا سب خدا ہی کا پیدا کیا ہوا ہے نیز والدین کی تربیت چند اشخاص کے ساتھ مخصوص ہے، تمام عالم کے لیے عام اور محیط نہیں پس قابل ستایش وہی ربوبیت ہوسکتی ہے جو اصلی اور ذاتی ہو۔ مستعار اور عطائے غیر نہ ہو۔ ہر طرح سے کامل اور مکمل ہو کسی قسم کا اس میں نقص نہ ہو۔ تمام عالمین کے لیے عام اور محیط ہو اس لیے ارشاد ہوا کہ:۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۔ یعنی حقیقی ستایش خدا تعالیٰ ہی کے لیے خاص ہے، جسکی ربوبیت اصلی اور ذاتی اور کامل ہونے کے علاوہ تمام جہانوں کے لیے عام اور محیط ہے۔ اسی وجہ سے جب فرعون نے کہا کہ:۔

وَمَا رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ — رب العالمین کیا چیز ہے

تو موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ ارشاد فرمایا:۔

رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا — وہ جو تمام آسمانوں اور زمین اور ان کے مابین کی مخلوقات کا پروردگار ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اس ارشاد کے بعد شاید فرعون کو یہ تردد ہوا ہو کہ تربیت کرنا صرف ذات

خداوندی میں منحصر کر دینا کیسے صحیح ہو سکتا ہے۔ جبکہ ہم والدین اور آفتاب اور ماہتاب کی تربیتوں کا بھی روزانہ اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کرتے ہیں، اس لیے موسیٰ علیہ السلام دوبارہ جواب کی جانب متوجہ ہوئے اور فرمایا:۔

رَبُّكُمْ وَرَبُّ آبَائِكُمُ الْأَوَّلِينَ — وہ رب ہی تمہارا اور تمہارے اگلے آباء واجداد کا

یعنی تمہارے آباء واجداد کی تربیت اصلی اور ذاتی نہیں، بلکہ عطیۂ الٰہی ہے، تمہارا اور تمہارے تمام آباء اولین کا حقیقی رب اور پروردگار وہی ہے۔ اور تیسری بار فرمایا:۔

رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَمَا بَيْنَهُمَا إِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُونَ۔ — وہ رب ہے مشرق اور مغرب کا اور ان کے درمیان کا اگر تم کچھ عقل رکھتے ہو۔

یعنی آفتاب اور ماہتاب کو اپنی کھیتیوں کا مربی سمجھنا غلط ہے اس لیئے کہ خود آفتاب و ماہتاب اور ان کے نور کو اسی رب العالمین نے پیدا کیا ہے۔

هُوَ الَّذِي جَعَلَ الشَّمْسَ ضِيَاءً وَالْقَمَرَ نُورًا — وہی جس نے سورج کو چمکتا ہوا اور چاند کو روشن بنایا۔

اگر وہ رب العالمین آفتاب کو ضیاء اور ماہتاب کو نور نہ عطا فرماتا تو پھر آفتاب و ماہتاب کس طرح کھیتیاں پکا سکتے۔ فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَرَبِّ الْأَرْضِ وَرَبِّ الْعَالَمِينَ وَلَهُ الْكِبْرِيَاءُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ۔

حضرات صوفیۂ کرام قدس اللہ اسرارہم فرماتے ہیں کہ ارواح کے کانوں میں سب سے پہلے وصف ربوبیت ہی کا نغمۂ دلفزا پہونچا ہے اور پہلے اسی وصف سے انھوں نے خدا کو پہچانا ہے۔ کما قال تعالیٰ

وَإِذْ أَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِي آدَمَ مِنْ ظُهُورِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَأَشْهَدَهُمْ عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوا بَلَىٰ — جب اللہ نے اولادِ آدم کی پیٹھوں سے انکی ذریت کو نکالا اور ان کے اوپر خود ان ہی کو گواہ بنایا، پوچھا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں۔ ان سب نے کہا ہاں۔

حق تعالیٰ شانہٗ نے سب سے پہلے اسی اسم رب کے ساتھ ارواح کو مخاطب کیا اور اسی عالم سے ان سے

عہد اور میثاق لیا۔ بظاہر یہی وجہ ہوگی کہ سب سے پہلے نبی یعنی حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم تک انبیاء و مرسلین اور عباد ذاکرین کی جو دعائیں حق تعالیٰ جل شانہ نے قرآن کریم میں ذکر فرمائی ہیں وہ اکثر و بیشتر کلمہ رَبَّنَا سے وارد ہوئی ہیں اور ایک مقام پر (رَبَّنَا اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا الخ) کلمہ رَبَّنَا سے دعا کرنے والوں کو اولو الالباب فرمایا ہے۔

(۳) عالَم ہر اس چیز کو کہتے ہیں جس سے خالق کا علم حاصل ہوتا ہو۔ عالَم علامت سے مشتق ہے۔ عالَم کو عالَم اس لیے کہتے ہیں کہ وہ علامت ہے اسماء الٰہی اور صفات خداوندی کی۔ عالَم میں جو کچھ بھی ہوتا ہے وہ اسی کے کسی اسم کا مظہر اور آئینہ ہے۔ مومن و کافر اسکی شان انعام اور انتقام کے مظہر ہیں۔ صاحب عزت اور صاحب ذلت اسکی شان تُعِزُّ مَنْ تَشَاءُ وَ تُذِلُّ مَنْ تَشَاءُ کی تجلی گاہ ہیں۔ عالم غیب اور عالم شہادۃ اس کے نام نامی ہو الظاہر و الباطن کے لیے آئینہ ہیں۔

الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

مہربان، رحم کرنے والا

عجب نہیں کہ بسم اللہ میں وہ شان رحمت مراد ہو جو تکوین اور تربیت عالم کے لیے باعث ہوئی۔ اور سورۂ فاتحہ میں الرحمٰن سے وہ رحمت مراد ہو جو خاص حالت تربیت میں مبذول ہوتی ہے۔ اگر یہ رحمت روک لی جائے تو تربیت اور پرورش ناممکن ہو جائے۔ اور الرحیم سے وہ رحمت مراد ہو، جو تربیت اور پرورش کے بعد جزاء اور سزا کی شکل میں ظاہر ہوگی۔ اسلیئے کہ تربیت اور تکمیل کے بعد آثار اور ثمرات کا مرتب ہونا اس تربیت کے ضائع کرنے سے مراد ہے۔ کھیتی پکجانے کے بعد اگر اس پر درانتی نہ چلائی، گندم اور بھوسہ الگ الگ نہ کیا، تو گویا اس کھیتی کو ضائع کر دیا۔ اسی طرح اگر اس عالم کی تربیت ختم ہوجانے کے بعد مومن اور کافر، سعید اور شقی کو جدا جدا نہ کیا جائے تو عالم کی تربیت کا ضائع ہونا لازم آئے گا۔ آئندہ آیت یعنی مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ میں اسی مضمون کی طرف اشارہ ہے۔

امام رازی فرماتے ہیں کہ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کی تکرار اسکی رحمت کے مکرر اور مضاعف ہونے کی طرف مشیر ہے لیکن اس لیے کہ رحمت کی یہ فراوانی کہیں بندوں کو مغرور نہ بنا دے، مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ کا اضافہ فرمایا۔ تاکہ رغبت کے ساتھ رہبت کا ضروری ہونا معلوم ہوجائے۔ جیسے غافر الذنب وقابل التوب کے بعد شدید العقاب کی صفت کو ذکر فرمایا "

عجب نہیں کہ الرحمٰن الرحیم کا مالک یوم الدین سے پہلے ذکر کرنا سبقت رحمتی علی غضبی کی جانب مشیر ہو۔

مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ

روز جزا کا مالک

بعض قراتوں میں مَلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ آیا ہے یعنی روز جزا کا بادشاہ۔ مالکیت اور ملکیت کے لیے یوم جزا کو اس لیے خاص کیا گیا کہ اسکے جلال وجمال کا علی وجہ الاتم ظہور عالم کے ہر فرد کے لیے آن واحد میں اسی روز ہوگا۔ باقی

مراۃ المثنوی

جناب قاضی تلمذ حسین صاحب ایم۔ اے رکن دار الترجمہ

مثنوی مولانا رومؒ

کا بہترین ایڈیشن جس میں مثنوی شریف کے منتشر مضامین کو ایک سلسلے کے ساتھ اس طور پر مرتب کیا گیا ہے کہ پڑھنے والا مولانا کے مدعا اور انکی تعلیم کو بڑی آسانی سے سمجھتا چلا جاتا ہے کئی انڈکس اور فہرستیں بھی ہیں جن کی مدد سے آپ حسب منشا جو شعر چاہیں نکال سکتے ہیں۔ ایک بسیط فرہنگ بھی ملحق ہے۔ غرض اس کتاب نے مثنوی شریف سے فائدہ اٹھانے کے لیے ایسی سہولت مہیا کردی ہے کہ ہر شخص بڑی آسانی سے کتاب کے مطالب پر عبور حاصل کرسکتا ہے۔ کاغذ۔ کتابت۔ طباعت بہترین جلد نہایت اعلیٰ قیمت ۵عہ انگریزی للعہ سکہ عثمانیہ

دفتر ترجمان القرآن سے طلب فرمایئے!